گلستانِ علم وادب

محمد اورنگ زیب اعوان

مسلمانان پاکستان کی بدقسمتی کہ گزشتہ چند سالوں میں علم وعمل کے کئی آفتاب و ماہتاب زیرِ زمین چلے گئے ایک کی جدائی کا غم ہلکا ہوتا نہیں کہ دوسرے کی جدائی کی خبر وحشت اثر مل جاتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اب بچھڑنے والوں کی یاد میں آنسو بہانا ہی مقدر ٹھہرا۔

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دامِ اجل میں آئے

ابھی بچھڑنے والوں کی یاد میں بہنے والے آنسو ہی تھمے نہیں تھے کہ مجلس احرار اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری محترم جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے یہ اندوہناک، المناک اور روح فرسا خبر سنائی کہ نواسۂ امیر شریعت سید ذوالکفل بخاری مکہ مکرمہ میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکے ہیں۔ ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی

ایک دم آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، دماغ ماؤف ہوگیا، زبان گنگ ہوگئی — سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ چیمہ صاحب نے کیا خبر سنا دی، چند لمحے سکتے کی سی کیفیت طاری رہی۔ ہوش وحواس کو مجتمع کرنے میں کامیابی ہوئی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے جو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے اور زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون کا پیغامِ صبر جاری تھا۔

گزرتے جا رہے ہیں حادثوں پہ حادثے پیہم قلم قاصر ہے کیونکر داستانِ ابتلا لکھوں
فضا مغموم، طائر مضطرب، شاخیں خزاں دیدہ سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ اس حالت میں کیا لکھوں
چلے جاتے ہیں یارانِ سرِ پُل خُلد کی جانب کسے غم خوار ٹھہراؤں کسے درد آشنا لکھوں

تھوڑی دیر بعد لرزتے ہاتھوں مخدوم مکرم جناب سید محمد کفیل بخاری کا موبائل نمبر ملایا، تھرتھراتی زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون ہی کہہ سکا کہ پھر ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور یوں ان سے زیادہ بات نہ ہوسکی — پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری سے تو بات کرنے کی ہمت ہی نہ بندھ سکی۔

کئی دن اسی حزن وملال کی المناک کیفیت میں گزر گئے۔ باوجود ہمت اور کوشش کے اپنی ذہنی وقلبی کیفیات کو الفاظ کا جامہ نہ پہنا سکا۔

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

سید ذوالکفل بخاری سے وابستہ یادیں گزشتہ اٹھارہ برس پر محیط ہیں جنھیں ایک مختصر سے مضمون میں سمیٹ لینا مشکل

ہی نہیں ناممکن بھی نظر آتا ہے۔

ان سے پہلی ملاقات یکم مئی ۱۹۹۱ء کو دارِ بنی ہاشم ملتان میں ہوئی۔

پھر تو رابطے بڑھتے ہی گئے عمر رواں کے ساتھ ساتھ

جن دنوں میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مبلغ تھا تو ہر تین ماہ بعد ملتان دفتر مرکزیہ میں مبلغین کا اجلاس ہوتا۔ اجلاس میں شرکت کے لیے ملتان کا سفر ہوتا تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مزار اور دار بنی ہاشم بھی حاضری ضرور ہوتی۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ، محترم سید محمد وکیل بخاری، سید محمد کفیل بخاری اور سید ذوالکفل بخاریؒ سے ملاقات ہوتی، علمی، ادبی اور تاریخی حوالہ سے یہ یادگار ملاقاتیں تھیں جو ۱۹۹۷ء تک جاری رہیں۔

سید محمد ذوالکفل بخاری جن دنوں NUML اسلام آباد میں انگلش لینگویج کی کلاسیں لے رہے تھے تو میں روزنامہ اوصاف میں صحافتی خدمات سرانجام دے رہا تھا۔ محترم عمر فاروق (تلہ گنگ) نے بتایا کہ شاہ جی NUML میں ہیں تو پھر ہر دوسرے دن ان کی خدمت میں حاضری ہوتی اور علم وادب کے موتی سمیٹ کے میں واپس ہوتا۔

انہی دنوں جمعیت علماء اسلام کی میزبانی میں علماء دیوبند سے وابستہ جماعتوں کے اتحاد کے حوالہ سے جامع مسجد دارلسلام G-6-2 میں اجلاس تھا۔ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری اور محترم عبداللطیف خالد چیمہ بھی شریکِ اجلاس تھے۔ اجلاس کے بعد میں ہی ان کو لے کر NUML کے ہاسٹل گیا۔

وہاں سے پتہ چلا کہ ذوالکفل بخاری نماز پڑھنے مسجد گئے ہوئے ہیں تو ہم ہاسٹل کی مسجد میں پہنچے با جماعت نمازِ عصر ادا کی۔ شاہ جی سے ملاقات ہوئی پھر ان کے کمرے میں آ گئے۔ تقریباً ایک گھنٹہ ان کے ہمراہ گزرا اور ہم نے بھی گرمیٔ احرار کا لطف اٹھایا، یہ ایک یادگار اور ناقابل فراموش روحانی اور علمی وادبی مجلس تھی۔

سید ذوالکفل بخاری ایک بہترین انشا پرداز اور مؤرخ تھے۔ عربی ادب، اردو ادب اور انگریزی ادب پر ان کی گہری دسترس تھی۔ وہ ایک علمی، ادبی، تاریخی اور تحقیقی انسان تھے، وہ علم وادب کا خوشنما پیکر تھے۔ وہ نہایت خوش مزاج، خوش طبع، باوقار، بلند اخلاق اور فراخ حوصلہ شخصیت کے مالک تھے۔ دھیما، باوقار اور خود اعتمادی سے بھرپور ان کا لہجہ تھا۔

سید ذوالکفل بخاری شعر وشاعری کا عمدہ ذوق رکھتے تھے‘ خود بھی شاعر تھے اور جدید وقدیم شعراء کے بے شمار اشعار انھیں ازبر تھے، ذہین وفطین اور قوی حافظہ کے مالک تھے۔ شاہ جی بہت ہی متقی اور پرہیزگار انسان تھے، نوجوانی ہی میں ان کا زہد وورع قابل رشک اور لائق تقلید تھا، نماز میں ان کا خشوع وخضوع دیدنی اور اپنی مثال آپ ہوتا تھا۔ وہ نیکی اور پرہیزگاری کا ڈھنڈورا پیٹنے کے عادی نہ تھے۔ وہ خلوص ومحبت کا پیکرِ حسین تھے۔ ان کا مسکراتا باوقار چہرہ اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔

دلوں میں درد کی شمعیں جلا کے چھوڑ گیا
وہ اک جہاں کو اپنا بنا کے چھوڑ گیا

شاہ جی کو مرحوم لکھتے ہوئے ہاتھ لرزتا اور قلم کا کلیجہ شق ہوتا ہے، لیکن اس کا کیا کیجیے کہ زمانے کا دستور ہمیشہ سے یہی

چلا آ رہا ہے۔ موت و حیات اس کے لازمی اجزاء ہیں آج ان کی باری تھی تو کل ہماری آنے والی ہے۔

اس سے کسی کو مفر نہیں کہ موت سے کس کو رستگاری ہے۔ انسان کہیں چلا جائے موت اس کے تعاقب میں رہتی ہے۔ یہ مقدر ہی کے تو فیصلے تھے کہ وہ ملتان سے بسلسلۂ ملازمت سعودیہ پہنچے۔ پہلے وہ تبوک کے نواحی شہر اُملج میں پڑھاتے رہے پھر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں تقرری ہوگئی چند ہی ماہ گزرے تھے کہ وقت اجل آ پہنچا، یونیورسٹی سے واپسی پر وہ جان کی بازی ہار گئے۔

موت چھین لیتی ہے اچھے لوگ
یہ کتنی مردم شناس ہوتی ہے

شاہ جی کی یوں اچانک جدائی سے جو صدمہ پہنچا ہے دل کی اس کیفیت کا اظہار قلم کی زبان سے ممکن نہیں نہ الفاظ ساتھ دیتے ہیں اور نہ قلم میں اتنا حوصلہ ہے کہ دلِ پاش پاش کی کربناک کیفیت کو سینۂ قرطاس کی نذر کر سکے۔

عربی کے کسی شاعر نے کہا ہے کہ

رحلت و خلقت القلوب جریحہ
تذوب و جیش الصبر قد قل جندہ

یعنی تم تو رحلت کر چکے مگر ہمارے دلوں کو زخمی کر گئے تمھارے بعد دل پگھل رہے ہیں حال یہ ہے کہ
صبر کا لشکر مسلسل اپنے فوجیوں سے محروم ہوتا جا رہا ہے

سید ذوالکفل بخاری اپنی ذات میں گلستانِ علم و کمال اور گلشنِ شعر و ادب تھے۔ وہ متعدد اصنافِ علم کا خزینہ اور گنجینہ تھے۔ علمی اور فکری اعتبار سے ان میں بڑی جامعیت پائی جاتی تھے۔ میری ان سے آخری ملاقات ۸/ مارچ ۲۰۰۹ء بروز اتوار ہوئی۔ وہ برادرم ڈاکٹر حافظ صفوان محمد چوہان صاحب کے گھر ٹی اینڈ ٹی کالونی ہری پور آئے ہوئے تھے۔ خود فون کر کے مجھے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ میں برادرم قاضی فہیم احمد قریشی کے ہمراہ ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ تقریباً دو اڑھائی گھنٹے علمی و ادبی محفل بپا رہی۔

مجھے ان دنوں یورک ایسڈ کے باعث پاؤں میں شدید درد تھا اور چلنے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی تو انھوں نے ایک آزمودہ گھریلو ٹوٹکہ بتا دیا جس کے استعمال سے الحمدللہ مجھے بڑا افاقہ ہوا۔ یہی میری شاہ جی سے آخری ملاقات تھی۔

تیری یاد سے دل فروزاں کریں گے
پھر اس غم کدے میں چراغاں کریں گے